شذرات

بیت المقدس جسے سلطان صلاح الدین نے یورپ سے آنے والے صلیبی حملہ آوروں سے جو اس پر کوئی نوے سال سے قابض تھے ۵۸۳ھ میں آزاد کرایا تھا، اس ماہ جون میں صیہونی حملہ آور جو اپنے پیش رو صلیبیوں کی طرح یورپ سے آئے ہیں، اس پر دوبارہ قابض ہو گئے ہیں۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ نے صیہونیوں یعنی یہودیوں کے لئے فلسطین کے دروازے کھولے۔ اور وہ یورپ و امریکہ سے ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہونے شروع ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں ان کی فلسطین میں اسرائیل ریاست بن گئی۔ اور اب جون ۱۹۶۷ء میں وہ بیت المقدس کے اس حصے پر بھی قابض ہو گئے ہیں جہاں مسجد اقصیٰ ہے جو روئے زمین کے مسلمانوں کا قبلہ اول ہے اور جس کے بارے میں قرآن میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ مسجد اقصیٰ اور اس کے ارد گرد کے مقامات جنہیں اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنایا تھا آج ان پر یہودی قابض ہیں یہ دنیائے اسلام کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے، اور آج دنیا کے مسلمان اس سانحہ پر ماتم کناں ہیں۔

گیارھویں صدی کے بالکل اواخر میں جب یورپ کے صلیبی حملہ آوروں نے فلسطین کا رُخ کیا تھا، اور وہ آسانی سے اس کے اس خطے پر قابض ہو گئے تھے جس پر آج یہودیوں کا قبضہ ہے تو اس وقت مصر و شام اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں ویسے ہی چھوٹے چھوٹے حکمراں تھے، جیسے آج ہیں۔ فلسطین پر صلیبی حملہ آوروں کی پشت پر پورا یورپ تھا۔ برطانیہ فرانس، اور جرمنی کے حکمران تھے۔ اور ادھر مسلمان آپس میں بٹے ہوئے تھے اور ان کی ایک جمعیت نہ تھی۔ بعد میں جب سلطان صلاح الدین نے مصر و شام اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں کو متحد کیا۔ اور اس طرح مسلمانوں نے مل کر صلیبیوں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ انہیں یورپ سے برابر مدد ملتی رہی، اور وہاں سے برابر لشکر آتے رہے لیکن وہ مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اور سلطان صلاح الدین کے بعد یہ سرزمین جو مسلمانوں کی تھی مسلمانوں ہی کے پاس رہی۔

ماہ جون کے یہ المناک حوادث مسلمانوں کے لئے بالعموم اور عربوں کے لئے بالخصوص خون کے آنسو رلانے والے ہیں۔ یہودی طیاروں نے بیت المقدس اور اردن، نیز شام اور جزیرہ نما سینا پر جس طرح آگ برسائی ہے اور یہودی فوجوں نے شہری آبادی کا جس بے دردی سے خون بہایا ہے، اور اُن کی اس سفاکی سے ننھے بچے اور عورتیں بچیں اور نہ بوڑھے اور بیمار۔ اُس نے صلیبی جنگوں کی یاد تازہ کر دی ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب صلیبی درندے بیت المقدس میں قتل و غارت کر رہے تھے، خاص مسجد اقصیٰ میں اس طرح خون بہہ رہا تھا کہ گھوڑوں کی ٹانگیں اس سے تر ہو رہی تھیں۔ اندازہ ہے کہ

کوئی ستر ہزار مسلمان صرف اس شہر میں شہید ہوئے۔ یہ ۱۰۹۹ء کا واقعہ ہے — اس کے برعکس ۱۱۸۷ء میں جب صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کیا تو اس بابرکت سرزمین کو اس نے انسانی خون سے ملوث کرنا پسند نہ فرمایا اور محاصرہ کے بعد صلیبیوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی جان سلامت لے کر اس شہر سے جا سکتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسرائیل نے بعض بڑے ملکوں کی شہ پا کر یک بارگی مصر، اردن اور شام پر حملہ بول دیا، اور اس طرح پہل کر کے اس نے ان ملکوں کی فضائی طاقت کو اتنا کمزور کر دیا کہ ان ملکوں کے لئے ہوائی جہازوں کی مدد کے بغیر یہودیوں کے بکتربند فوجوں کا روکنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ ایک طرف یہودی دریائے اردن کے مغربی کنارے تک پہنچ گئے، دوسری طرف ان کی فوجیں نہر سویز کے مشرقی کنارے پر ہیں، اور شام کا تھوڑا سا حصہ بھی اُن کے قبضے میں ہے۔ گو جنگ بند ہو گئی ہے لیکن یہودیوں کا اصرار ہے کہ وہ مقبوضہ علاقوں سے نہیں نکلیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ کی یہ فوجی چھاؤنی جس کا دوسرا نام اسرائیل ہے عرب دنیا کے بیچوں بیچ قائم ہو گئی ہے، جس کی یلغاروں سے نہ مصر محفوظ رہے گا نہ شام و عراق اور نہ حجاز ہی بعض اسرائیلی ایک عرصے سے یہ کہہ رہے ہیں کہ سلطنتِ اسرائیل کی حدیں ایک طرف دریائے فرات سے دریائے نیل تک ہوں گی اور دوسری طرف بحیرہ روم سے حجاز مقدس تک۔ یہودیوں کا یہ چیلنج ایک حقیقت واقعی بنتا نظر آ رہا ہے۔ کیا مسلمان اس خطرے کو محسوس کریں گے اور اس کا مقابلہ متحد ہو کر کرنے کا سوچیں گے۔

یہ چیلنج صرف عربوں کے لئے نہیں۔ یاد رہے سلطان صلاح الدین کُرد تھا، عرب نہیں تھا۔ اور اس کی بیشتر فوجوں کا بڑا حصہ ترکمانوں پر مشتمل تھا لیکن عربوں، کردوں اور ترکمانوں نے بحیثیت اُمت مسلمہ کے اس خطرے کا مقابلہ کیا۔ اور آخر اس میں وہ کامیاب رہے۔ صلیبی حملہ آوروں کے حوصلے اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ایک دفعہ وہ مصر کے اندر تک پہنچ گئے تھے، اور بحیرۂ روم پر واقع دمیاط کی بندرگاہ کو فتح کر کے اسے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ ان کے مقابلے میں مملوک ترک آئے جو نسلاً ترک اور وطناً مصری تھے۔ اور اسلام نے سب کو ایک اُمت بنا دیا تھا۔

اسرائیل کا عرب دنیا کے قلب پر اس طرح قابض ہو جانا اور مصر، شام اور اردن کے علاقوں کو آناً فاناً لے لینا اگر اس سے بھی عربوں کی آنکھیں نہ کھلیں اور وہ متحد نہ ہو سکے تو پھر ان کے لئے اسرائیل کو اس کے عزائم سے روکنا ناممکن ہو جائے گا اور ہمیں اس دن کا انتظار کرنا چاہئے، جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے دریائے فرات سے لے کر دریائے نیل تک اس کی فرمانروائی ہو گی۔ عربوں کے علاوہ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے لئے بھی اسرائیل کی یہ توسیع پسندی بہت بڑا خطرہ ہے۔ مشرق قریب میں امریکہ، برطانیہ اور بعض دوسری یورپی طاقتوں کی براہ راست فوجی، مالی اور سیاسی مدد سے اسرائیل کی ایک مضبوط، طاقتور اور جارحیت پسند مملکت کا اس طرح مستحکم ہونا ایران اور ترکی کے لئے بھی خطرہ ہے اور پاکستان کے لئے بھی

اور افریقہ کی چھوٹی چھوٹی اور حکومتوں کے لئے بھی۔ اسرائیل کا قیام عرب اور اسلام دشمنی پر ہوا ہے، اور جتنی یہ ر
ہوگی اسی قدر عرب اور اسلام پر اس کی زد پڑے گی ۔ اسرائیل کی جارحیت کی مخالفت اور عربوں کی حما
نے اس دفعہ اپنا فرض پوری طرح ادا کیا ہے اور خوش قسمتی سے ہر عرب ملک نے اس کا اعتراف کیا ہے، ۔
دردناک سانحہ کے نتائج سے عربوں کو عبرت ہو، مسلمانوں کو عبرت ہو۔ وہ ایک دوسرے سے قریب ہوں اور مس
اقصیٰ کو یہودی تسلط سے آزاد کرائیں۔

گو اسرائیل کی ریاست یہودیوں کی ہے لیکن اسرائیل کی مخالفت یہودی مذہب کے تمام ماننے والوں کی
اسرائیل امریکہ اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے آنے والے یہودیوں کی ریاست ہے۔ اور انہیں اس لئے یہاں آ
عرب دنیا کے قلب میں امریکہ، برطانیہ اور دوسرے ملکوں کے مفادات کی حفاظت کریں۔ دوسرے لفظوں میں یہ ف
ان ملکوں کی دنیا کے سب سے بڑے تیل کے ذخیرے اور بین الاقوامی شاہراہ کے لئے، جو ان عرب ملکوں میں ہیں
برطانیہ اور بعض دوسرے یورپی چاہتے ہیں کہ انہیں عرب ملکوں کا تیل سستے داموں ملتا رہے اور اس پر ان کی اجا
رہے، اسی لئے اسرائیل کو وجود میں لایا گیا، اور اسے مضبوط بنایا گیا۔

بے شک اسرائیل کو اس جارحیت میں امریکہ، برطانیہ اور مغربی جرمنی سے بڑی مدد ملی، اور ان ملکوں ۔
کھول کر اسلحہ دیئے، اور جب ۵ رجون کو اسرائیل نے عرب ملکوں پر حملہ کیا، تو امریکی اور برطانوی طیارے ا
بھی اس کی مدد کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ صحیح، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اسرائیلی عربوں سے
تھے۔ اور وہ جدید طریق جنگ میں اپنے حریفوں سے آگے تھے۔ اب اگر اسرائیل سے سرزمین مقدس کو پاک کر
ہے کہ ایک تو عربوں اور مسلمانوں میں اتحاد ہو، اور ان کا موجودہ تفرقہ اور انتشار ختم ہو، اور دوسرے ہم فوج
مضبوط ہوں۔ سلطان صلاح الدین صلیبیوں کے مقابلے میں اس لئے کامیاب ہوئے تھے کہ وہ ان کے مقا
جنگی مہارت کا مظاہرہ کر سکے۔

عالم اسلام بیدار ہو رہا ہے، صدیوں کے جمود کے بعد اب اس میں نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے، لیکن اُ
کی رفتار کو اور تیز ہونا چاہیئے، ورنہ ڈر یہ ہے کہ اسرائیل جیسی ریاستیں عالم اسلامی کی راہ میں حائل ہو کر اُ
بڑھنے سے روک دیں گی۔ استعماری طاقتیں جو صدیوں سے اسلامی ممالک کو لوٹتی کھسوٹتی رہی ہیں، اد
میں ہیں کہ یہ ملک صحیح معنوں میں بیدار نہ ہوں، اور ترقی نہ کریں، اس لئے انہوں نے اسرائیل جیسے ملکو
دنیا کے اندر لا کھڑا کیا ہے۔

عرب اس وقت ایک بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ اسرائیل کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں اور اس کے
خیز اسلحہ کی کمی نہیں، وہ دندنا رہا ہے۔ اور عربوں کو الٹی میٹم پر الٹی میٹم دیتا ہے، خدا ہی ہے جو اس امتحان میں
مضبوط رکھے اور دشمنوں کے مقابلے میں انہیں فتح دے۔

آئندہ کے چند ماہ نہ صرف عرب دنیا، بلکہ پوری اسلامی دنیا کے لئے بڑے کٹھن ہیں۔ اور ان میں اس
کا فیصلہ ہوگا کہ وہ خود اپنے علاقوں میں کس حیثیت سے رہ سکتی ہے۔